ولی اور اس کے فرائض

محمد ارشد *

ولی کا لغوی معنیٰ

ولی بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ ہے اور یہ ولایت مصدر سے نکلا ہے۔ذیل میں ولی کی لغوی بحث کی جاتی ہے۔اہل لغت نے ولی کے کئی ایک معانی بیان کئے ہیں جیسے قریب ،مطیع ،محب ،صدیق ،حلیف ،جار وغیرہ۔[1]

ا۔ قریب

ولی کا لفظ قریب کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جیسے کہا جاتا ہے:

دار ولیة ای قریبة۔[2] ''قریبی گھر''

۲۔ مطیع

ولی کا لفظ مطیع کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسے کہا جاتا ہے۔

المؤمن ولی الله۔[3] ''مومن اللہ کا اطاعت گزار ہے۔''

لفظ ولی کا اضافت کے ساتھ استعمال

کتب لغت میں ولی کا لفظ مختلف اضافتوں کے ساتھ بھی استعمال ہوا ہے۔مثلاً

ا۔ ولی الیتیم:

الذی یلی امرہ ویقوم بکفالته۔[4]

''ایسا شخص جو یتیم کے امور کا ذمہ دار ہو اور اس کی کفالت کا اہتمام کرتا ہو۔''

۲۔ ولی المرأۃ

الذی یلی عقد النکاح علیھا۔[5] ''ایسا آدمی جو عورت کے عقدِ نکاح کا ذمہ دار ہو''۔

---

* لیکچرار، شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ کالج نارووال، سیالکوٹ۔

۳۔ ولی العہد

وارث الملک۔٦ ''ملک کا وارث''

ولی الدم:

ورثة القتیل۔ ۷ ''مقتول کے ورثاء''

ولی کی اصطلاحی تعریف:

ولی کی علماء وفقہاء نے مختلف انداز سے تعریفات کی ہیں۔ان میں سے بعض کا ذکر حسب ذیل ہے۔

ا۔امام راغب اصفہانی،امام ابن الاثیر اور امام ابن منظور افریقی معمولی سے لفظی اختلاف کے ساتھ ولی کی ایک ہی تعریف کرتے ہیں۔۸

امام راغب اصفہانی کے الفاظ درج ذیل ہیں۔

وکل من ولی امر الاخر فھو ولیہ۔۹

اور ہر وہ شخص جو دوسرے کے معاملے میں متصرف ہو وہ اس کا ولی ہے۔

اسی طرح کی تعریف عصرِ حاضر میں ''معجم لغة الفقہاء'' کے مصنفین بھی بیان کرتے ہیں۔۱۰

۲۔امام ابن العربی مالکی ولی کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

ھو الوارث مطلقاً فکل من ورثہ فھو ولیہ وعلی ذلک وردلفظ الولایة فی القرآن۔۱۱

''ولی مطلقاً وارث کو کہتے ہیں سو ہر وہ شخص جو اس کا وارث ہو وہ اس کا ولی ہے اور اسی مفہوم میں لفظ ولایت قرآن حکیم میں استعمال ہوا ہے۔''

پہلی تعریف مختصر مگر عمومی مفہوم کو ادا کرتی ہے کہ اگر ایک شخص دوسرے کے معاملات میں تصرف کرتا ہے (خواہ وہ شخصی معاملات ہیں یا مالی معاملات) تو وہ اس کا ولی ہے جبکہ دوسری تعریف میں امام ابن العربی مطلقاً وارث کو ولی قرار دیتے ہیں۔

۳۔امام قدوری ولی کی مختصر تعریف کرتے ہیں۔

الولی هو العصبة.۱۲

''ولی سے مراد عصبہ ہے''۔

گویا امام قدوری نے ولی سے عام وارث کی بجائے خاص وارث (عصبة) مراد لیا ہے۔

۴۔امام نسفی ولی کی تعریف قدرے وضاحت کے ساتھ یوں بیان کرتے ہیں۔

الولی العصبة بترتیب الارث.۱۳

''ولی، وراثت کی ترتیب کے ساتھ عصبہ ہوتا ہے۔''

۵۔امام ابن ہمام اور شمس الدین تمرتاشی ولی کی تعریف مزید وضاحت کے ساتھ یوں بیان کرتے ہیں۔

الولی العاقل البالغ الوارث.۱۴

اس تعریف سے واضح ہو گیا کہ محض وارث ہونا ولی بننے کے لیے کافی نہیں بلکہ عقل منداور بالغ ہونا بھی ضروری ہے۔پاگل اور نابالغ کسی کا وارث بننے کے باوجود اس کا ولی نہیں بن سکتا۔بلکہ اس کے برعکس پاگل اور نابالغ وارث ہونے کے باوجود خود ولی کے محتاج ہوتے ہیں۔

۶۔امام شمس الدین خراسانی کی ولی کی تعریف بھی امام ابن ہمام کی تعریف کے قریب تر ہے۔

فالولی لغة المالك وشرعاً وارث مکلف.۱۵

''ولی لغت کے اعتبار سے مالک اور شریعت کے اعتبار سے مکلّف کو کہتے ہیں۔''

اس تعریف میں وارث مکلف کو ولی قرار دیا گیا ہے۔مکلّف کے لیے عاقل و بالغ ہونا شرط ہے۔گویا یہ تعریف امام ابن ہمام کی تعریف سے مطابقت رکھتی ہے۔مگر اس کے الفاظ مختلف ہیں۔ان دونوں تعریفات کی خامی یہ ہے کہ وصی الاب، قاضی، وصی القاضی کو شامل نہیں کیونکہ یہ غیر وارث بھی ہو سکتے ہیں۔

قاضی محمد اعلیٰ فاروقی تھانوی بھی امام شمس الدین خراسانی کی یہ تعریف اپنی کتاب ''کشاف اصطلاحات الفنون'' میں بیان کرتے ہیں۔۱۶

موخرالذکر دو تعریفات میں عاقل و بالغ وارث کو ولی قرار دیا گیا ہے۔مگر مولی علیہ (جس پر ولایت دی گئی) کے حوالے سے کوئی بات ذکر نہیں کی گئی۔البتہ امام راغب اصفہانی کی تعریف عمومی ہے مگر اس میں بہت اختصار ہے اور ولی زیر ولایت افراد کے حوالے سے بنیادی امور کی صراحت نہیں ہے۔

۷۔ ہمارے مروجہ قوانین میں ولی کے لیے Guardian کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

گارڈینز اینڈ وارڈز ایکٹ ۱۸۹۰ میں ولی کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے۔

"Guardian" means a person having the care of the person of a minor or of his property, or of both his person and property.

ولی سے مراد ایسا شخص ہے جو ایک بچے کی ذات یا اس کی جائیداد یا دونوں کی نگرانی کرتا ہو۔

اس تعریف میں بچے کی ذات اور جائیداد کی نگرانی کا ذکر ہے۔

مذکورہ بالا تمام تعریفات کو سامنے رکھا جائے تو خلاصہ کے طور پر یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ ایسا عاقل، بالغ آدمی جو نابالغ کی ذات یا اس کی جائیداد یا دونوں کی نگرانی کرے ولی کہلائے گا۔

ولی کے فرائض

ولی کے فرائض (Duties) کا ذکر اسلامی فقہ اور مروجہ قوانین میں موجود ہے تاہم دونوں میں باقاعدہ نظم کے ساتھ ان فرائض کا ذکر نہیں ہے ان فرائض کا نظم کے ساتھ ذکر حسب ذیل ہے:۔

۱۔ حضانت کے اخراجات

۲۔ تعلیم و تربیت کا انتظام

۳۔ مال کا تحفظ

۴۔ نکاح کا انتظام

۵۔ مالی حقوق کی ادائیگی

ذیل میں مذکورہ فرائض کے حوالے سے تفصیلاً ذکر کیا جاتا ہے۔

ا۔ حضانت کے اخراجات

بچے کی پرورش کے انتظامات اور اخراجات اس کے ولی (والد) پر لازم ہیں۔اس کی بنیاد حسب ذیل آیت قرآنی میں ہے۔

وعلی المولود له رزقهن و کسوتهن بالمعروف. ١٧

''اور والد پر ان کا کھانا اور لباس معرف طریقے پر لازم ہے۔''

امام جصاص، امام ابن العربی اور امام ابن جوزی اس آیت کے تحت بچوں کی حضانت کے اخراجات کو باپ پر لازم قرار دیتے ہیں۔ ١٨

ب. وارزقوهم فيها واكسوهم. ١٩

''اور ان (سفہاء) کو ان کے مالوں میں سے کھلاؤ اور پہناؤ۔''

اس آیت میں اولیاء کو سفہاء کے مالوں میں سے ان کے نفقے کے لیے خرچ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

مذکورہ بالا دونوں آیات سے درج ذیل دو ضابطے ثابت ہوئے۔

ا۔ زیر ولایت افراد مالدار ہوں تو ان کے مال سے اخراجات لیے جائیں گے۔

۲۔ اگر ان کے پاس مال نہ ہو تو والد پر اخراجات لازم ہوں گے۔

فقہی مذاہب اور حضانت کے اخراجات

فقہی مذاہب کی روشنی میں حضانت کے اخراجات کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

احناف:

احناف کے نزدیک بچہ اور سفیہ مالدار ہوں تو ان کے اخراجات ان کے مالوں سے ادا کیا جائے گا۔امام ابن نجیم کے الفاظ یہ ہیں۔

واما ايجاب النفقات والغرامات فی مالهما. ٢٠

اور نفقات و جرمانے ان (بچے اور مجنون) کے مالوں میں سے لازم ہوں گے۔

اگر مال دار نہ ہوں تو پھر والد پر نفقہ لازم ہوگا۔امام جصاص کے الفاظ یہ ہیں۔

ينفق عليه من ماله وان لم يكن فالنفقة على والده. [۲۱]

وہ (باپ) اس پر اس کے مال میں سے خرچ کرے گا اور اگر اس کے پاس مال نہ ہو تو اس کے والد پر نفقہ لازم ہوگا۔

اس سے معلوم ہوا کہ زیر ولایت افراد مالدار ہوں تو حضانت کے اخراجات ان کے مالوں سے ادا ہوگا، وگرنہ ان کے والد پر لازم ہوگا۔ فتاوی ہندیہ میں بھی اسی ضابطے کو بیان کیا گیا ہے۔ [۲۲]

شوافع:

شوافع کے نزدیک بچے کی تعلیم و تربیت ولی پر لازم ہے۔ مگر اس کے اخراجات بچہ کے مال میں سے ادا ہوں گے۔ امام نووی کے الفاظ یہ ہیں۔

وتأديبه وتعليمه واجب على وليه اباً كان أو جداً أو صيا أو قيما وتكون اجرة ذلك في مالك الصبي. [۲۳]

''اور اس (بچے) کی تعلیم و تربیت اس کے ولی پر واجب ہے خواہ وہ باپ، دادا، وصی یا منتظم ہو اور اس کے اخراجات بچے کے مال میں سے ہوں گے۔''

بچے کے مالدار نہ ہونے کی صورت میں بچے کا نفقہ والد پر لازم ہوگا۔ امام شافعی کے الفاظ یہ ہیں۔

على الوالد نفقة الولد دون امه. [۲۴]

''والد پر بچے کا نفقہ لازم ہے نہ کہ اس کی ماں پر''۔

مالکیہ:

مالکیہ کے نزدیک یتیم کے اخراجات اس کے مال سے لیے جا سکتے ہیں۔ المدونۃ میں ہے۔

قلت ارايت ان كفل رجل يتيماً فجعل ينفق عليه ولليتيم مال اله ان يرجع فيما انفق على اليتيم في مال اليتيم؟ قال نعم. [۲۵]

''میں نے پوچھا آپ (ابن القاسم) کا کیا خیال ہے۔ اگر کوئی آدمی کسی یتیم کی کفالت

کرے سواس پرخرچ کرنا شروع کردے اور یتیم کے پاس مال ہوتو کیا وہ رقم جواس نے یتیم پرخرچ کی اس کے مال سے لے سکتا ہے۔فرمایاہاں۔

اسی طرح بچہ مالدار ہوتو حضانت کے اخراجات اس کے مال سے ادا ہوں گے وگرنہ اس کے باپ پرلازم ہوں گے۔امام دردیر نے اس کوصراحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔۲۶

حنابلہ:

بچوں کی حضانت کے اخراجات کے حوالے سے امام ابن قدامہ کے الفاظ یہ ہیں۔

علی المرء نفقة اولاده الاطفال الذین لامال لهم. ۲۷

''آدمی پران کی ایسی چھوٹی اولاد،جن کے پاس مال نہ ہو،کا نفقہ لازم ہے۔''

مال نہ ہونے کی شرط سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر بچے مالدار ہوں تو پھر والد پران کا نفقہ لازم نہیں ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ مذاہب اربعہ کے مطابق زیرولایت افراد مالدار ہوں تو ان کے مال سے خضانت کے اخراجات ادا ہوں گے بصورت دیگر باپ پرلازم ہوں گے۔

مروجہ قوانین

مروجہ قوانین میں باپ کو اپنے بچوں کے پرورش کے اخراجات کا ذمہ دار قرار دیا گیا ہے۔محمڈن لاء سیکشن ۳۸۵ میں ہے۔

A father is bound to maintain his sons until they have attained the age of puberty. He is also bound to maintain his daughters until they are married. (28)

باپ پرلازم ہے کہ وہ اپنے بیٹوں کو،بالغ ہونے تک،نفقہ دے۔اس پربھی یہ لازم ہے کہ اپنی بیٹیوں کونکاح ہونے تک نفقہ دے۔اس کے بعد مزید وضاحت اس طرح ہے:

The fact that the children are in the custody of their mother during their infancy does not relieve the father from the obligation of maintaining then.(29).

اس امر سے کہ بچے اپنے بچپن میں ماں کی حضانت میں ہیں، باپ ان کی پرورش کے فرض سے بری الذمہ نہیں ہو جاتا۔ اس سیکشن میں استثنائی ضابطہ یوں ہے:

عدالتی فیصلہ جات

عدالتی فیصلہ جات میں بھی باپ کو اولاد کی حضانت کے اخراجات کا ذمہ دار قرار دیا گیا ہے۔ بعض عدالتی فیصلہ جات حسب ذیل ہیں۔

i۔ مسز عابدہ بی بی بنام عبداللطیف کیس جسٹس شاکر اللہ جان اور طلعت قیوم قریشی پشاور ہائی کورٹ کی عدالت میں پیش ہوا۔ اس میں بچے کی حضانت کا معاملہ تھا۔ اس فیصلے میں یہ حضانت کے اخراجات کے متعلق یہ ضابطہ ذکر ہوا۔

It is the duty of the father of the minor to provide him all the necesities of life and to maintain him wherver he resides. (31).

یہ باپ کی ذمہ داری ہے کہ بچے کو تمام ضروریات زندگی مہیا کرے اور اسے برقرار رکھے چاہے وہ کہیں بھی رہائش پذیر ہو۔ بچے کی بہبود کو سامنے رکھتے ہوئے عدالت نے حضانت ماں کو دی۔

ii۔ عطا محمد بنام رابعہ بی بی کیس مسز ناصرہ اقبال لاہور ہائی کورٹ کی عدالت میں پیش ہوا۔ اس میں بارہ سالہ بچے اور تیرہ سالہ بچی کا معاملہ حضانت تھا۔ عدالت نے حضانت ماں کے سپرد کی مگر باپ کو بچوں کے اخراجات حضانت ادا کرنے کو کہا اور اس کے ساتھ ساتھ بچی کی شادی کے اخراجات ادا کرنے کا ذکر ان الفاظ میں کیا۔

Provided that he defrays the expenses of marriage.(32)

علاوہ ازیں وہ (باپ) شادی کے اخراجات بھی ادا کریگا۔

iii۔ محمد گل بنام شاہرو بی بی کیس جسٹس سردار محمد رضا خان اور شاکر اللہ جان پشاور ہائی کورٹ کی عدالت میں پیش ہوا۔ اس کیس میں اخراجات کے حوالے سے یہ الفاظ ہیں۔

That the petitioner is the natural guardian of the minor and it is

his duty to support him financilly till the time he attains majority. (33)

یہ کہ دعویدار نابالغ کا قدرتی ولی ہے۔اس کی بلوغت تک اس کی مالی مدد کرنا اس کا فرض ہے۔

۲۔تعلیم وتربیت کا انتظام:

بچوں کی تعلیم وتربیت کا انتظام کرنا بھی ولی کے فرائض میں سے ہے۔اس حوالے سے درج ذیل دواحادیث بڑی اہم ہیں۔

۱۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

ما نحل والداولدًا من نحل افضل من ادب حسن. ۳۴

''کوئی والداپنی اولاد کواچھے ادب سے بڑھ کرکوئی تحفہ نہیں دے سکتا۔''

اس سے معلوم ہوا کہ بچوں کی پرورش کے دوران ان کی تربیت بنیادی اہمیت کی حامل ہے۔اس لیےاس کوسب سے بڑاتحفہ قرار دیا گیاہے۔

۲۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

علموا الصبی الصلاة ابن سبع سنین واضربوه علیها ابن عشرة. ۳۵

''بچوں کوسات سال کی عمر میں نماز سکھاؤ اور دس سال کی عمر میں نماز کی ادائیگی کے لیے مارو''۔

امام جصاص اس حدیث کےحوالے سے لکھتے ہیں۔

فمن کان سنه سبعاً فهو مامور بالصلاةعلی وجه التعلیم والتادیب. ۳۶

''سوجس کی عمرسات سال ہواس کونمازتعلیم وتادیب کےطور پر پڑھانے کاحکم دیا گیا''۔

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ بچے کی تعلیم وتربیت اس کے اولیاء پرلازم ہے کیونکہ ان کے بنیادی فرائض میں سے ہے۔

امام مالک سے سوال کیا گیا کیا ماں کے پاس بچہ زیر پرورش ہوتو باپ اس کی تادیب کی

ضرورت پڑنے پر ادب سکھائے گا۔ تو انہوں نے جواب میں فرمایا۔

یوددبه بالنهار ویبعثه الی الکتاب وینقلب الی امه باللیل فی حضانتها ویودبه عند امه. ۳۷

''وہ دن کے وقت اس کو ادب سکھائے اور اس کو کاتبوں کے پاس بھیجے اور پھر وہ رات کو ماں کی حضانت میں چلا جائے اور وہ اس کو اس کی ماں کے پاس ادب سکھائے۔''

اس عبارت سے ثابت ہوا کہ باپ بچے کو ادب سکھانے کے ساتھ ساتھ اس کو لکھنے پڑھنے کی بنیادی وابتدائی تربیت دینے کا انتظام کرے گا۔

امام شافعی کے مطابق اگر عقل مند بچہ اختیار ملنے کے بعد والدہ کے پاس چلا جاتا ہے تو اس کا نفقہ اس کے باپ پر ہے۔ یہ چیز باپ کو اس بچے کی تادیب اور تعلیم سے منع نہیں کر سکتی خواہ بچہ مذکر ہو یا مونث۔ اس کے بعد ان کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔

ویخرج الغلام الی لکتاب والضاعة ان کا ن من اهلها. ۳۸

''وہ (باپ) کو کاتبوں اور ہنر و کاریگری سکھانے کے لیے لے کر جائے گا اگر وہ اس کا اہل ہو''۔

اس سے معلوم ہوا کہ بچے کو لکھنے پڑھنے کی ابتدائی تربیت کے ساتھ ساتھ ہنر مندی اور کاریگری سکھانا بھی ولی کے فرائض میں سے ہے۔

امام کاسانی ہنر مندی اور کاریگری سکھانے کے حوالے سے کہتے ہیں کہ ولی کا کیا ہوا عقد اجارہ نافذ ہوگا اور اس کے بعد بچوں سے اجارہ کروانے کی ایک اہم وجہ کو یوں بیان کرتے ہیں۔

ان ایجاره فی الصنائع من باب التهذیب والتادیب والریاضة. ۳۹

''بلاشبہ فن کے کام میں بچے کا اجارہ کروانا اسے مہذب بنانے، اس کی تربیت اور مشق کرانے کے باب میں سے ہے۔''

اس سے معلوم ہوا کہ ولی کے فرائض میں سے یہ ہے کہ وہ اپنے زیر ولایت افراد کو ادب سکھانے کے ساتھ ساتھ لکھنے پڑھنے کی بنیادی تعلیم کا بندوبست کرے اور امام شافعی اور امام کاسانی کے نزدیک ہنر و کاریگری کی تعلیم بھی دینی چاہیے جس کو آج کی اصطلاح میں ''فنی تعلیم'' کا نام دیا

جائے گا۔

ان مذکورہ بالا عبارات سے معلوم ہوا کہ ولی کے فرائض میں سے ایک فرض مولیٰ علیہ کی تعلیم وتربیت بھی ہے۔

مروجہ قوانین

گارڈینز اینڈ وارڈز ایکٹ میں ولی کے فرائض کا ذکر کرتے ہوئے ان الفاظ کا ذکر کیا جارہا ہے جو تعلیم، صحت وغیرہ سے متعلق ہے۔

And must look to his support, health and education.(40)

''اور ولی (اپنے زیر ولایت بچے) کی مدد، صحت اور تعلیم کا خیال رکھے''۔

اس سے معلوم ہوا کہ ولی کے لیے اپنے زیر ولایت بچوں کی تعلیم، صحت اور مختلف حوالوں سے ان کی مدد کا ذکر مروجہ قوانین میں موجود ہے اور ان امور کا ذکر Duties of guardian کے عنوان کے تحت کیا گیا ہے۔

۳۔ مال کا تحفظ

ولی کے فرائض میں سے ایک فرض یہ ہے کہ زیر ولایت افراد کے مال کا تحفظ کیا جائے۔ قرآن حکیم نے یتیم اور سفیہ کے مال کے تحفظ کے احکامات دیئے ہیں۔ چند مقامات کا ذکر حسب ذیل ہے۔

وابتلوا الیتامی حتی اذا بلغوا النکاح فان انستم منهم رشداً فادفعوا الیهم اموالهم. (۴۱)

''اور یتیموں کو سدھاتے رہو یہاں تک کہ وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں پھر اگر ان میں ہوشیاری پاؤ تو ان کے مال ان کے حوالے کردو۔''

سو اس آیت میں اس وقت تک مال یتیموں کو دینے کی ممانعت ہے جب تک وہ سمجھدار نہ بن جائیں۔ امام ابن العربی اس کی تفسیر یوں فرماتے ہیں۔

دلیل علی ان للوصی والکافل ان یحفظ الصبی فی بدنه وماله اذ لا

یصحح الا بتلاء الا بذلک فالمال یحفظه بضطه و البدن یحفظه باد به. ۴۲؎

''اس بات پر دلیل ہے کہ وصی اور کفالت کرنے والے پر لازم ہے کہ وہ بچے کے، بدن اور مال کی حفاظت کرے اور یہ چیز آزمائش کے بغیر نہیں ہوسکتی سو مال کی حفاظت اس کے استعمال سے روکنے سے اور بدن کی حفاظت اس کو ادب سکھانے سے ہوتی ہے۔''

اس کے مطابق بچے کی جائیداد کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے اور حفاظت سے مراد محض اس کا ضائع نہ کرنا نہیں ہے بلکہ اس سے مراد تجارت و سرمایہ کاری بھی ہے کہ وہ حفاظت مال کی بہترین صورت ہے۔

۲. **و لا تؤتو االسفهاء امو الکم.** ۴۳؎

اور تم بے وقوفوں کو اپنے مال نہ دو۔

اس آیت میں سفیہ و بیوقوف کو مال حوالے کرنے کی ممانعت کی گئی ہے۔

امام فخر الدین رازی اس کی تفسیر یوں بیان کرتے ہیں۔

و المقصو د من کل ذلک الاحتیاط فی حفظ امو ال الضعفاء و العاجزین. ۴۴؎

''اس حکم سے مقصود کمزور اور عاجز لوگوں کے مال کی حفاظت میں احتیاط ہے۔''

امام رازی اس آیت کے حوالے سے مزید لکھتے ہیں۔

یکون الغرض من الایة الحث علی حفظ المال و السعی فی ان لا یضیع. ۴۵؎

''اس آیت سے غرض مال کی حفاظت کی ترغیب اور اس امر کی کوشش ہے کہ مال ضائع نہ ہو۔''

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے سفہاء کے مال کے تحفظ اور اس کو ضائع ہونے سے بچانے کے لیے مذکورہ بالا حکم دیا کہ اولیاء سفہاء کے اموال اپنے پاس رکھیں اور ان کو نہ دینے کا حکم دیا۔

مروجہ قوانین

گارڈینز اینڈ وارڈز ایکٹ سیکشن ۲۷ میں ہے۔

He may do all acts which are reasonable and proper for the realisation protection or benifit of the property. (46)

''اسے وہ تمام اقدامات کرنے چاہیں جو جائیداد کے حصول،تحفظ یا فائدے کے لیے مناسب اورموزوں ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ ولی کے لیے بچے کے حق میں ھبہ اور وصیت غیرہ کو قبول کرتے ہوئے جائیداد کے حصول کی ذمہ داری کو پورا کرے۔پھراس جائیداد کے حصول کی ذمہ داری کو پورا کرے۔پھراس جائیداد کی حفاظت کرےاورکوئی ایسا کام نہ کرے جس سے اس کے ضائع ہونے کا امکان ہواور ہر فائدے والے امور میں مال کی سرمایہ کاری کرکے فائدے کے حصول کی کوشش کرے۔

مختصراً معلوم ہوا کہ اسلامی قوانین اورمروجہ قوانین میں ولی کے فرائض میں سے ایک فرض یہ ہے کہ وہ زیرولایت افراد کے مال کی حفاظت کرے۔

۴۔نکاح کا انتظام

ولی کے فرائض میں سے ایک فرض یہ ہے کہ وہ زیر ولایت افراد کے نکاح کا انتظام کریں۔ولی کے اس فرض کا ذکر حسب ذیل میں ہے۔

وانکحو االایامی منکم والصلحین من عبادکم وامائکم. ۴۷

''اورتم بےنکاحوں کا نکاح کردواور جوتمہارے نیک غلام اورلونڈیاں ہوں۔''

سواس آیت کے مطابق جن کا نکاح نہیں ہوایا ہوکر بیوہ اوررنڈوے ہوگئے تو مناسب موقع ملنے پران کا نکاح کردیا کر۔امام ابن العربی اس آیت کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ انکحو امیں اولیاءکو خطاب ہےاور یہی نقطہ نظر درست ہے۔جیسے غلاموں اورلونڈیوں کے نکاح آقاؤں کے ہاتھ میں ہےاسی طرح آزادلوگوں کا اختیارِنکاح اولیاء کے پاس ہے۔۴۸

امام رازی اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں۔

(وانکحو االایامی)امرو ظاهر الامر للوجوب علی ما بیناه مرارًا فیدل

علی ان الولی یجب علیه تزویج مولاته واذا ثبت ھذا وجب ان لایجوز النکاح الابولی.[49]

''انکحو'' امر ہے اور ظاہر ہے امر موجوب کے لیے ہوتا ہے جیسے ہم کئی مواقع پر بیان کر چکے سو یہ بات دلالت کرتی ہے کہ ولی پر زیر ولایت افراد کی نکاح کروانا واجب ہے اور جب یہ ثابت ہو گیا تو لازمی ہو گیا کہ ولی کے بغیر نکاح جائز نہیں ہے۔''

امام نسفی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

فی الایة دلیل علی ان تزویج النساء والایامی الی الاولیاء.[50]

''اس آیت میں دلیل ہے کہ عورتوں اور رنڈوں کا نکاح کرانا اولیاء پر لازم ہے۔''

مذکورہ بالا مفسرین کی آراء کی روشنی میں یہ بات ثابت ہوئی کہ زیر ولایت افراد کے نکاح کروانے کا انتظام اولیاء کے فرائض میں سے ہے۔

ولی کے فرائض میں سے یہ بھی ہے کہ نکاح کا انتظام کرتے ہوئے کفو کا لحاظ بھی رکھے۔امام شافعی باپ کے لیے کنواری لڑکی کے نکاح کے انتظام کرنے میں ضابطے کا ذکر یوں کرتے ہیں۔

یجوز امر الاب علی البکر فی النکاح اذا کان النکاح حظالھا وغیر نقص علیھا ولایجوز اذا کان النکاح حظالھا وغیرہ نقص علیھا ولا یجوز اذا کان نقصاً لھا اوضرراً علیھا.[51]

''باپ کا حکم باکرہ کے نکاح میں جائز ہے جب نکاح اس کے لیے خیر کا سبب ہو اور کسی نقص یا کمی کا سبب نہ ہو اور نا جائز ہے جب نکاح اس کے لیے کمی یا نقصان کا سبب ہو''۔

اس عبارت کے مطابق باپ کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ اپنی بچی کے ۔لیے ایسے نکاح کا انتظام نہ کرے جو اس کے لیے کمی یا نقصان کا سبب بنے۔

اس کے بعد غیر کفو میں نکاح کا ذکر یوں کرتے ہیں۔

ولوزوجھا غیر کفو لم یجز لان فی ذلك علیھا نقصاً.[52]

''اور اگر وہ غیر کفو میں نکاح کرے تو یہ جائز نہیں کیونکہ اس میں اس لڑکی کے لیے نقص لازم آتا ہے۔''

اس عبارت سے ثابت ہوا کہ غیر کفو نقص ہے۔ گویا باپ اپنی بچی کا غیر کفو میں نکاح کرے تو وہ ناجائز ہوگا۔

مگر احناف کا نقطہ نظر اس سے مختلف ہے۔ امام نسفی اس حوالے سے یوں ذکر کرتے ہیں۔

ولو زوج طفله غير كفوا وبغين فاحش صحح ولم يجز ذلك لغير الاب والجد. ۵۳ؔ

''اور اگر کوئی اپنے چھوٹے بچے کا غیر کفو یا غبن فاحش (مہر مثل میں کمی یا بیشی) کے ساتھ نکاح کرے تو یہ چیز باپ اور دادا کے علاوہ کسی اور ولی کے لیے جائز نہیں ہے۔''

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ جہاں ولایت کے فرائض میں سے زیر ولایت افراد کے نکاح کا انتظام کرنا ہے وہاں کفو وغیرہ کا انتظام کرنا بھی ان کی ذمہ داری ہے۔

مروجہ قوانین

مروجہ قوانین میں بھی نابالغ لڑکی اور لڑکے کا نکاح کرنا ولی کے فرائض میں سے ہے۔ محمڈن لا سیکشن ۲۵۹ میں ہے۔

He or she may be contracted in marriage by his or her guardian.(54)

وہ نابالغ لڑکا یا لڑکی صرف اپنے ولی کے ذریعے ہی نکاح کر سکتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں نابالغ لڑکے یا لڑکی کے نکاح کا انتظام ان کے اولیاء کے ذمے ہے۔ مختصراً یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ نکاح کا انتظام اولیاء کے فرائض میں ہے۔

۵۔ مالی حقوق کی ادائیگی

ولایت کے فرائض میں سے ایک فرض مالی حقوق کی ادائیگی ہے یہ مالی حقوق کئی طرح کے ہیں جیسے زکوۃ، عشر، فطر، نحر، حق معاوضہ، جنایات پر تاوان، نفقہ کی ادائیگی، تجہیز و تکفین، قرض کی ادائیگی، حقوق اللہ کی ادائیگی، تنفیذ وصیت، تقسیم وراثت۔

اس مقام پر قرض اور زکوۃ کے حوالے سے مختصراً بیان کیا جاتا ہے۔

قرض کی ادائیگی

ولی کے فرائض میں سے یہ فرض بھی ہے کہ میت کے قرض کی ادائیگی کی جائے۔اس لیے میت کے ترکہ میں سے قرض کی ادائیگی کے بعد جائیداد کی تقسیم ہوگی۔

امام جصاص لکھتے ہیں۔

ان سهام المواريث جارية فى التركة بعد قضاء الدين وعزل حصة الوصية.۵۵

''بلاشبہ وراثت کے حصے ترکہ میں قرض کی ادائیگی اور وصیت کے حصے کو الگ کرنے کے بعد جاری ہوں گے۔''

وراثت کی مشہور کتاب السراجی میں ہے۔

تتعلق بتركة الميت حقوق اربعة مرتبة الاول يبدأ بتكفينه وتجهيزه من غير تبذير ولا تقتير ثم تقضى ديونه من جميع ما بقى من ماله ثم تنفذ وصاياه من ثلث ما بقى بعد الدين ثم يقسم الباقى بين ورثته.۵۶

''میت کے ترکہ کے ساتھ چار حقوق ترتیب سے متعلق ہیں۔پہلا اس کی تجہیز وتکفین سے شروع کیا جائے گا افراط وتفریط کے بغیر، پھر باقی مال میں سے قرض کی ادائیگی کی جائے گی پھر باقی مال میں سے تیسرے حصے میں سے وصیتوں کی تنفیذ ہوگی پھر باقی مال میں سے ورثاء کو تقسیم کیا جائیگا۔''

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ ورثاء میں تقسیم ترکہ سے قبل قرض کی ادائیگی کی جائے گی۔

زکوۃ کی ادائیگی

زیر ولایت کے مال میں سے ولی کے زکوۃ کی ادائیگی کے حوالے سے دو موقف ہیں۔

پہلا موقف

امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک ولی پر زیر ولایت یتیم کے مال میں سے زکوۃ دینا لازم ہے۔ان کی بنیاد حسب ذیل حدیث ہے۔

الامن ولی یتیماً له مال فلیتجر فیه ولا یترکه حتی لا تاکله الصدقة. ۵۷

''خبردار جو کوئی ایسے یتیم کا ولی بنے جس کے پاس مال ہو وہ تجارت کرے اور اس کے چھوڑے نہ رکھے یہاں تک کہ صدقہ (زکوۃ) اسے ختم نہ کردے''۔

اس سے معلوم ہوا کہ اس کے مال میں سے زکوۃ ادا کی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ اس مال سے تجارت کرنے کا حکم ہے کہ ایسا نہ ہو اس مال میں تجارت کے باعث اضافہ نہ ہو اور اس میں سے خرچ کرنے اور زکوۃ ادا کرنے سے وہ مال ختم ہو جائے۔

دوسرا موقف

امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کے مال میں زکوۃ لازم نہیں۔ ان کی بنیاد حسب ذیل اثر ہے۔

عن ابن مسعود رضی الله عنهما قال لیس فی مال الیتیم زکوة وبه ناخذ وهو قول ابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ. ۵۸

''ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا یتیم کے مال میں زکوۃ نہیں ہے اور اس (موقف) کو ہم نے اپنایا اور یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے''۔

ائمہ ثلاثہ کا موقف یہی ہے کہ یتیم کے مال میں سے زکوۃ ادا کرنا ولی کے ذمہ ہے کہ وہ اسکے مال میں سے زکوۃ دے۔

مروجہ قوانین

مروجہ قوانین میں قرض کی ادائیگی کے حوالے سے ورثاء کے فرائض میں سے بیان کیا گیا ہے۔ محمڈن لاء سیکشن نمبر ۳۲ میں ہے۔

Each heir is liable for the debts of the deceased to the extent only of a share of the debts proportionater to his share of the estate. (59).

ہر وارث متوفی کے قرضوں کا اس حصہ کے تناسب سے جو اسے جائیداد سے ملتا ہے ذمہ دار ہوتا ہے۔ محمڈن لاء سیکشن ۳۴ میں ہے۔

If the estate is represented by an executor or administrator, as the case may be.(60)

اگر جائیداد کی قائم مقامی کوئی وصی یا مہتمم کرتا ہے تو متوفی کے قرض خواہ کو وصی یا مہتمم جیسی صورت ہو کے خلاف مقدمہ دائر کرنا چاہیے۔"

اور اگر کوئی وصی یا مہتمم نہ ہو تو قرض خواہ متوفی کے ورثاء کے خلاف چارہ جوئی کر سکتا ہے۔اس کا بیان محمڈن لاء کے سیکشن ۳۵ میں ہے۔

مذکورہ بالا عبارات سے معلوم ہوا کہ قرض کی ادائیگی ان اولیاء پر جو میت کے ورثاء میں لازم ہے اور عدم موجودگی کی صورت میں وہ قانونی چارہ جوئی بھی کر سکتے ہیں۔

ہمارے مروجہ قوانین میں زکوۃ کی ادائیگی کے حوالے سے اولیاء کی ذمہ داری کا ذکر مروجہ قوانین میں نہیں ہے۔

اس بحث سے معلوم ہوا کہ اسلام اور مروجہ قوانین کے مطابق ولی پر زیر ولایت افراد کی حضانت کے اخراجات، ان کی تعلیم وتربیت کا انتظام، ان کے مال کا تحفظ، ان کے نکاح کا انتظام اور ان کے ذمے مالی حقوق کی ادائیگی جیسے فرائض بجالانا ضروری ہے۔

حوالہ جات

۱۔ لسان العرب، ۱۵/ ۴۴۱، تاج العروس، ۲۰/ ۳۱۰

۲۔ لسان العرب، ۱۵/ ۴۱۱، تاج العروس، ۲۰/ ۳۱۲

۳۔ ابراہیم انیس، عبدالحلیم منتصر، المعجم الوسیط، ۲/ ۸

۴۔ تاج العروس، ۲۰/ ۳۱۵

۵۔ تاج العروس، ۲۰/ ۳۱۵

۶۔ المعجم الوسیط، ۲/ ۱۰۵۸

۷۔ محمد اداس قلعہ جی، حامد صادق قینیسی، معجم لغۃ الفقہاء، / ۵۱۰، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ، کراچی

۸۔ المفردات/ ۵۳۵، ابن الاثیر، مبارک بن محمد الجزری، النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر، ۵/ ۲۲۸، موسسہ اسماعیلیان، قم، ایران، لسان العرب، ۱۰/ ۴۱۰

۹۔ المفردات/ ۵۳۵

۱۰۔ معجم لغۃ الفقہاء/ ۵۱۰

۱۱۔ ابن العربی، احکام القرآن، ۳/ ۱۲۰۶

۱۲۔ قدوری، المختصر/ ۱۳۷

۱۳۔ نسفی، عبداللہ بن احمد محمود، (۷۱۰ھ)، کنز الدقائق/ ۹۹، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی

۱۴۔ ابن ہمام، فتح القدیر، ۳/ ۱۵۷، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، تنویر الابصار مع الدر المختار، ۴/ ۱۴۷

۱۵۔ شمس الدین، محمد خراسانی قہستانی، (۹۹۵ھ) جامع الرموز/ ۴۶۶، مکتبہ اسلامیہ، گنبد قابوس، ایران

۱۶۔ کشاف اصطلاحات الفنون، ۲/ ۱۵۲۷

۱۷۔ البقرۃ، (۲)/ ۲۳۳

۱۸۔ جصاص، احکام القرآن، ۱/۵۵۰، ابن العربی، احکام القرآن، ۱/۲۲۳: ابن جوزی، زاد المسیر، ۱/۲۷۲

۱۹۔ النساء، (۴)/۵

۲۰۔ البحر الرائق، ۲/ ۲۱۷

۲۱۔ کتاب النفقات، ۵/۱۴

۲۲۔ فتاوی ہندیہ، ۱/۵۸۲

۲۳۔ روضۃ الطالبین، ۶/ ۵۱۱

۲۴۔ الام، ۵/۱۰۰

۲۵۔ المدونۃ الکبری، ۴/۱۸۲۲

۲۶۔ الشرح الصغیر، ۳/۲۳۲

۲۷۔ المغنی، ۷/۳۸۹

28. Muhammadan Law / 456

29. Ibid

30. Ibid

31. 2002,Ċ.L.C / 1416

32. 2003. M.L.D / 977

33. 1995. P.L.D / 77

۳۴۔ ترمذی، الجامع، ابواب البر والصلۃ، ۲/ ۱۹

۳۵۔ ترمذی، الجامع، ابواب الصلاۃ، ۲/ ۱۹

۳۶۔ احکام القرآن، ۱/۵۵۲

۳۷۔ المدونۃ الکبری، ۲/۲۴۴

۳۸۔ الام، ۵/۹۲

۳۹۔ بدائع الصنائع،۴/ ۸۔۱۷۷

40. Guardians and wards Act / 95

۴۱۔ النساء،(۴)/۶

۴۲۔ احکام القرآن،۱/ ۳۴۷

۴۳۔ النساء،(۴)/۵

۴۴۔ مفاتیح الغیب،۹/ ۱۸۳

۴۵۔ مفاتیح الغیب،۹/ ۱۸۴

46. Guardians and wards Act / 109

۴۷۔ النور،(۲۴)/۳۲

۴۸۔ احکام القرآن،۳/ ۳۳۱

۴۹۔ مفاتیح الغیب،۲۳/ ۲۱۱

۵۰۔ مدارک التنزیل،۲/ ۵۰۲

۵۱۔ الام،۵/ ۱۹

۵۲۔ الام،۵/ ۱۹

۵۳۔ کنز الدقائق،/ ۱۰۰

54. Muhammdan Law /347)

۵۵۔ احکام القرآن،۲/ ۱۳۸

۵۶۔ السراجی فی المیراث/۳

۵۷۔ ترمذی،الجامع،ابواب الزکاۃ،۱/ ۱۳۹

۵۸۔ الاثار/ ۱۷۱

59. Muhammadan Law / 38-9

60. Muhammadan Law / 40

مسلمان کے مسلمان پر حقوق

قال رسول الله ﷺ حق المسلم علی المسلم ست، قیل ما هن یا رسول الله؟ قال اذا لقیته فسلم علیه، و اذا دعاك فاجبه، و اذااستنصحك فانصح له، و اذا عطس فحمد الله فشمته، و اذا مرض فعده، و اذا مات فاتبعه۔ (مسلم۔ابو ہریرہؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،
''ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حق ہیں۔
پوچھا گیا کہ ''وہ کیا ہیں اے اللہ کے رسولؐ ''؟
آپؐ نے فرمایا'' جب تو مسلمان بھائی سے ملے تو اس کو سلام کر،
اور جب وہ تجھے دعوت دے تو اس کی دعوت قبول کر،
اور جب وہ تجھ سے خیر خواہی چاہے تو تو اس سے خیر خواہی کر،
اور جب اسے چھینک آئے اور وہ الحمد اللہ کہے تو تو اس کا جواب دے،
اور جب وہ بیمار ہو تو اس عیادت کر،
اور جب وہ مر جائے تو تو اس کے جنازے کے ساتھ جا''۔